میڈیاوار اور مسلم دنیا

مجتبیٰ فاروق ○

میڈیا کا مطلب، زندگی کے مختلف شعبوں کے متعلق خبروں، واقعات اور حادثات کا جائزہ لے کر ایک خاص ترتیب سے معلومات جمع کرنا پھر اس کو عام فہم انداز میں پیش کرنا ہوتا ہے۔ میڈیا انگریزی میں میڈیم (Medium) کی جمع ہے، جس کے معنی وسائل و ذرائع ابلاغ اور نشرواشاعت کے ہیں۔ بالفاظِ دیگر: میڈیا کے معنی یہ ہیں کہ اخبار، اور ٹیلی وژن یا ریڈیو کے ذریعے عوام تک پروگرام یا معلومات پہنچائی جائیں۔

ہر دور میں خیالات، پیغامات، اور معلومات کی ترسیل کا کوئی نہ کوئی ذریعہ رہا ہے۔ عصرِ حاضر میں پہلے ٹیلی گراف، پھر ریڈیو اور اس کے ساتھ اخبار، رسائل و جرائد اور ٹیلی وژن کا دور آیا۔ اب انٹرنیٹ کا زمانہ ہے جو معلومات فراہم کرنے کا تیز ترین ذریعہ ہے۔ میڈیا (ذرائع ابلاغ) کی بنیادی طور پر تین قسمیں ہیں: ○ پرنٹ میڈیا ○ الیکٹرانک میڈیا ○ سائبر میڈیا۔

۱- پرنٹ میڈیا سے مراد اخبارات اور رسائل و جرائد ہیں جو معلومات حاصل کرنے کا اور لوگوں کو حالات حاضرہ سے باخبر رکھنے کا سب سے آسان، سستا اور مستقل ذریعہ ہے۔ یہ ابلاغ کا پرانا ذریعہ ہے لیکن اس کی اہمیت وافادیت آج بھی برقرار ہے۔

۲- الیکٹرانک میڈیا جس میں ریڈیو، ٹی وی اور کیبل وغیرہ شامل ہیں یہ ابلاغ کے جدید ذرائع ہیں۔ اس میں فلمیں، سیریلز اور اشتہارات کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ بھی پیغام پہنچانے کے مؤثر ذرائع ثابت ہو رہے ہیں۔ الیکٹرانک میڈیا کے اُبھار کا زمانہ ۱۹۹۱ء میں شروع ہوا۔

○ریسرچ اسکالر، ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی، علی گڑھ

۳- سائبر میڈیا: یہ میڈیا کی جدید ترین شکل ہے۔ آج دنیا میں اسے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا سے بھی زیادہ اہمیت دی جاتی ہے اور اس کی اہمیت، افادیت اور وسعت روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔ سائبر میڈیا میں انٹرنیٹ، ویب سائٹس، بلاگز وغیرہ شامل ہیں۔

میڈیا کی اہمیت و افادیت

ہر قوم، ملک اور تحریک اپنی بات لوگوں تک پہنچانے کے لیے میڈیا کا ہی سہارا لیتی ہے۔ میڈیا یا ذرائع ابلاغ ایک ایسا ہتھیار ہے جو بہت ہی کم وقت میں کسی بھی مسئلے یا ایشو کے متعلق لوگوں کے ذہنوں کو ہموار کرتا اور ان کی رائے بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ میڈیا ہی ہے جو کسی کام پر اُکساتا ہے اور کسی اہم کام سے توجہ ہٹاتا ہے۔ اس لیے آج فرد سے لے کر حکومت تک کی نکیل میڈیا ہی کے ہاتھ میں ہے۔

بہت عرصے سے مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ کو کسی بھی ریاست کے تین اہم ستون تصور کیا جاتا ہے اور ان تینوں اہم اداروں کے ذریعے کوئی بھی تبدیلی لائی جاسکتی ہے، لیکن اب کسی بھی ریاست یا جمہوری ملک کا چوتھا ستون میڈیا کو گردانا جاتا ہے۔

میڈیا نہ صرف سماج کا ایک اہم حصہ ہے بلکہ ایک جمہوری ملک کا بھی اہم ستون ہے۔ یہ مجموعی طور پر ہر ملک و قوم میں لوگوں کی آواز اور ہتھیار ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ عصرِ حاضر میں میڈیا کی اہمیت اور ضرورت ہر لحاظ سے پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے کیوں کہ یہ راے عامہ کو ہموار کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

طاقت ور میڈیا ہی ملک و قوم کو صحیح خطوط پر استوار رکھنے کے لیے اہم رول ادا کرسکتا ہے اور جب میڈیا ہی اصول پسندی اور اقدار پر مبنی طرزِعمل کو نظرانداز کرتا ہے تو یہ عام لوگوں کی تباہی کا ذریعہ بنتا ہے۔ میڈیا کی آواز بعض اوقات پارلیمنٹ اور عدلیہ سے بھی طاقت ور ہوتی ہے کیونکہ یہ ظالم کے کرتوت اور مظلوم پر روا رکھی گئی ناانصافی اور پھر اس کی بے بسی کو نمایاں کرنے میں ایک کارگر ہتھیار کے طور پر ثابت ہوتا ہے۔ میڈیا تعمیر و ترقی کا بھی ایک ذریعہ ہے اور تخریب کاری کا بھی۔ ہم آج ایسے دور میں جی رہے ہیں، جس میں میڈیا کے سہارے بڑے پیمانے پر جنگ لڑی جارہی ہے۔

مغربی میڈیا کی کارستانیاں

مغربی میڈیا اس وقت دنیا کے ۷۰ فی صد ابلاغی ذرائع پر قابض ہے۔ اس نے تمام اخلاقی اصولوں کو بالائے طاق رکھا ہے۔ سیاہ کو سفید، ظالم کو مظلوم اور امن پسند کو دہشت گرد ثابت کرنا مغربی میڈیا کا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ مغرب نے میڈیا کے ذریعے سے انتہائی منظم منصوبہ بندی کے ساتھ اپنی فکر وتہذیب کی خوب تشہیر کی ہے۔ موجودہ دور میں مغرب نے ذرائع ابلاغ کی وساطت سے علم وفکر سے لے کر سوچنے سمجھنے کے زاویے تک اور کھانے پینے، رہنے سہنے اور طرزِ گفتگو سے لے کر گھریلو معاملات کے طور طریقے تک بدل کر رکھ دیے ہیں۔

عالمی میڈیا نے بالعموم اور مغربی میڈیا نے بالخصوص، اسلام اور عالم اسلام کے خلاف ایک بڑا محاذ کھول رکھا ہے اور اسلام اور مسلمانوں کی شبیہہ بگاڑنے کے درپے ہیں۔ مغربی میڈیا جب چاہتا ہے کوئی نہ کوئی نئی اصطلاح وضع کر دیتا ہے اور کوئی نیا شوشہ چھوڑ دیتا ہے۔ دنیا کے بہترین رسائل جن میں ادبی، تحقیقی اور سیاسی پرچے شامل ہیں، مغربی دنیا سے شائع ہوکر ساری دنیا میں پھیل جاتے ہیں۔ ان رسائل میں خاص نقطۂ نظر پیش کیا جاتا ہے، جو مغربی دنیا کے عین مطابق ہوتا ہے۔

گذشتہ صدی کے اختتامی برسوں سے بالعموم اور نائن الیون سے بالخصوص، مغرب نے اپنے ناپاک سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے ذرائع ابلاغ کو شاہ کلید کے طور پر استعمال کیا ہے جس کے ذریعے وہ اسلام اور راسخ العقیدہ مسلمانوں کو بنیاد پرست، انتہا پسند، دہشت گرد اور جنونی قرار دے کر، دنیا کے کونے کونے میں اسلام اور اس کے علَم برداروں کا خوب مذاق اڑا رہا ہے۔ اس کے ہاں اب دہشت گرد اور مسلمان میں زیادہ فرق نہیں رہا۔ مغربی مفکرین میں سے برنارڈ لوئیس اور پروفیسر ہن ٹنگٹن نے یہ بات منظم انداز سے پیش کی ہے کہ مغرب کا اصل مسئلہ بنیاد پرستی نہیں بلکہ خود اسلام ہے۔ ہن ٹنگٹن کا کہنا ہے کہ اسلام ایک مخصوص تہذیب کا نام ہے، جس کے ماننے والے اپنی فکر وتہذیب کے اعلیٰ ہونے کے دعوے دار ہیں اور اپنی تہذیبی برتری کو کھو دینے پر کفِ افسوس مل رہے ہیں۔[1]

یہودیوں کا رول

دنیا میں تمام اسلام دشمن قوتوں میں سے اسلام کی شبیہہ بگاڑنے میں سب سے زیادہ

سرگرمِ عمل نسل پرست یہودی ہیں، جنھوں نے عالمی ذرائع ابلاغ کو اپنی مٹھی میں لے رکھا ہے۔ یہودیوں کے پاس دنیا کی بڑی بڑی خبررساں ایجنسیاں ہیں، جن کے ذریعے سے وہ اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنا رہے ہیں۔ان میں سے چند ایک کا تعارف اس طرح سے ہے:

۱- رائٹر: عالمی خبررساں ایجنسیوں میں رائٹر کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہے۔ دنیا میں ہر جگہ تمام اخبارات و ٹی چینلز اسی ایجنسی پر انحصار کرتے ہیں، حتیٰ کہ بی بی سی، وائس آف امریکا کے اخبارات، اس سے ۹۰ فی صد خبریں حاصل کرتے ہیں۔ ۱۵۰ ملکوں کے اخبارات، ریڈیو، ٹی وی ایجنسیوں کو روزانہ لاکھوں الفاظ پر مشتمل خبریں اور مضامین بھیجے جاتے ہیں۔

۲- یونائیٹڈ پریس: دنیا کی چند بڑی خبررساں ایجنسیوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔

۳- فرانسیسی نیوز ایجنسی (اے ایف پی): فرانسیسی نیوز ایجنسی کی بنیاد فرانس میں ڈالی گئی۔ فرانس میں صرف ۷ لاکھ یہودی ہیں، لیکن وہاں شائع ہونے والے ۵۰ فی صد اخبارات و رسائل پر ان کی حکمرانی چلتی ہے۔

۴- ایسوسی ایٹڈ پریس: یہ بھی ایک بڑی نیوز ایجنسی ہے۔اس ایجنسی سے ۱۶۰۰ روزنامہ اور ۱۸۸۴ ریڈیو، ٹی وی اسٹیشن وابستہ ہیں۔

۵- والٹ ڈزنی: والٹ ڈزنی دنیا کی سب سے بڑی میڈیا کمپنی ہے۔ اس کے پاس تین بڑے ٹیلی وژن چینلز ہیں۔ اے بی سی نام کا دنیا میں سب سے زیادہ دیکھا جانے والا کیبل نیٹ ورک ہے۔ دنیا کے ۲۲۵ ٹیلی وژن چینلز والٹ ڈزنی سے وابستہ ہیں۔

۶- ٹائم وارنر: یہ دوسری بڑی میڈیا فرم ہے۔ پہلے یہ AOL کے نام سے کام کرتی تھی۔ اس کے پاس دنیا میں سب سے زیادہ دکھائے جانے والے چینل ایچ بی او، ٹرنر براڈکاسٹنگ، سی ڈبلیو ٹی وی، وارنرز، سی این این، ڈی سی کومکس، ہولو، ٹی این ٹی، ٹی بی ایس، کارٹون نیٹ ورک، ٹرنر کلاسک موویز، ٹروٹی وی، ٹرنر سپورٹس وغیرہ شامل ہیں۔

۷- وائی کام: یہ دنیا کی تیسری بڑی فرم ہے۔ اس کے پاس ٹی وی اور ریڈیو کے ۱۲ یا ۱۴ چینلز ہیں۔ یہ کتابیں شائع کرنے والے تین بڑے اداروں اور ایک فلم ساز ادارے کی بھی مالک ہے۔ پیراماؤنٹ پکچرز اور ایم ٹی وی اسی کمپنی کی ملکیت ہے۔ یہ پوری دنیا کے میڈیا پر حاوی ہے۔

۸- نیوز ہاؤس: یہ یہودیوں کی ایک اشاعتی کمپنی ہے۔ یہ کمپنی ۲۶ روزنامے اور ۲۴ میگزین شائع کرتی ہیں۔

ان کے علاوہ دی نیویارک ٹائمز، وال اسٹریٹ جرنل اور واشنگٹن پوسٹ دنیا کے تین بڑے اخبارات ہیں۔ نیویارک ٹائمز روزانہ ۹۰ لاکھ کی تعداد میں شائع ہوتا ہے۔ یہ جن ایشوز کو چھیڑتے ہیں، وہ آگے چل کر دنیا بھر کے اخبارات کے لیے خبر بنتے ہیں۔ میڈیا کے ذریعے سے یہ انسانی ذہنوں کو خاموشی سے مسخر کر رہے ہیں۔

اس کے علاوہ انٹرنیٹ پر بھی انھی لوگوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ انٹرنیٹ پر انھوں نے ۱۰۳ جعلی اسلامی ویب سائٹس بنا رکھی ہیں، جن کے ذریعے یہ نومسلم اور ضعیف الایمان مسلمانوں اور نوجوانوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔

مغرب کے لیے اسلام کی عالم گیر برتری اور اس کا تیزی سے پھیلنا سر درد بنا ہوا ہے۔ ان کو اس بات کا خوف ستاتا رہتا ہے کہ مستقبل میں مسلمان ہی دنیا کی قیادت و سیادت کریں گے۔[۲] اس لیے وہ اسلام اور عالم اسلام کو متنوع حربوں اور طریقوں سے بدنام کرنے کی مسلسل کوشش کر رہا ہے۔ وہ میڈیا کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں پر مندرجہ ذیل الزامات لگا کر لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے:

۱- اسلام تشدد پر مبنی مذہب ہے اور اس کے ماننے والوں میں زیادہ تر دہشت گرد اور انتہا پسند ہیں۔

۲- اسلامی شریعت کی وجہ سے مسلمان پس ماندہ ہے۔

میڈیا کے ذریعے سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت کو بڑھاوا دینا مغربی اور یورپی میڈیا کا سب سے اہم مشغلہ بن گیا ہے۔ ۱۹۹۶ء سے لے کر ۲۰۰۰ء تک یعنی چار سال میں صرف The Sydeney Morning، The West Australian Herald کے ۱۰۳۸ مضامین شائع ہوئے، جن میں ۸۰ فی صد مضامین میں مسلمانوں کو دہشت گرد، بنیاد پرست اور انتہا پسند کی حیثیت سے دکھایا گیا۔ ۷۳ فی صد مضامین میں مسلمانوں کو انسانیت کے قاتل ٹھیرایا گیا اور صرف ۴ فی صد مضامین میں مسلمانوں کو انسانیت نواز بتایا گیا۔[۳]

اسلام میں میڈیا کا تصور

غرض یہ کہ عالمی میڈیا اسلام اور عالم اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے مصروف عمل ہے اور

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے میں کوشاں ہے۔ اسلام کے ماننے والوں نے ہر دور میں اپنی بات دوسروں تک منظم انداز میں حُسن وخوبی کے ساتھ پہنچائی اور اس میں کسی بھی قسم کی کوتاہی اور لاپروائی نہیں برتی۔ قرآن مجید نے اس کے لیے دعوت کا لفظ استعمال کیا۔ ایک دور وہ بھی تھا جب انبیا، سلف صالحین اور اسلام کے علَم بردار گھر گھر تک اپنا پیغام پہنچانے کے لیے زبانی گفتگو اور تقریروں کا سہارا لیا کرتے تھے۔ اس حوالے سے حضرت نوحؑ کا کردار قرآن نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا:

اس نے عرض کیا: ''اے میرے رب میں نے اپنی قوم کے لوگوں کو شب و روز پکارا مگر میری پکار نے ان کے فرار میں اضافہ کیا۔ جب بھی میں نے ان کو بلایا تا کہ تو انھیں معاف کردے، انھوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑوں سے منہ ڈھانک لیے اور اپنی روش پر اَڑ گئے اور بڑا تکبر کیا۔ پھر میں نے ان کو ہانکے پکارے دعوت دی۔ پھر میں نے علانیہ بھی تبلیغ کی اور چپکے چپکے بھی سمجھایا۔ (نوح ۷۱:۶-۸)

اسی طرح سے حضرت موسیٰؑ نے بھی مخالفین اسلام کو نہ صرف دعوت پیش کی بلکہ ان کے اعتراضات اور ان کی غلط فہمیوں کا بھی ازالہ کیا:

اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝ (طٰہٰ ۲۰:۴۳-۴۴) جاؤ تم دونوں فرعون کے پاس کہ وہ سرکش ہوگیا ہے۔ اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید کہ وہ نصیحت قبول کرلے یا ڈر جائے۔

اس تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے اللہ کے رسولؐ نے سرزمین عرب میں لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دی۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کو اس بات کا حکم دیا کہ:

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (المائدہ ۵:۶۷) اے پیغمبرؐ! جو کچھ تمھارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا۔ اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچانے والا ہے۔ یقین رکھو کہ وہ کافروں کو (تمھارے مقابلہ میں)

کامیابی کی راہ ہرگز نہ دکھائے گا۔

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ط (المائدہ ۵:۹۹) رسولؐ پر تو صرف پیغام پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وقت میں ذرائع ابلاغ کی قوت سے بے خبر نہیں تھے اور نہ اس اہم چیلنج کو آپؐ نے نظرانداز کیا، بلکہ محدود افرادی قوت اور وسائل کو بروے کار لا کر لوگوں تک رب کا پیغام پہنچایا۔ مثلاً چھٹی صدی عیسوی میں مکّہ میں اگر کسی کو ضروری اعلان یا کسی اہم بات کو دوسروں تک پہنچانا ہوتا تو وہ اپنے جسم سے کپڑے اتار کر سر پر رکھ لیتا اور کوہِ صفا پر چڑھ کر زور زور سے چلّانا شروع کر دیتا: 'ہاے صبح کی تباہی'۔ لوگ اس طرح کے اعلان کو توجہ سے سنتے تھے۔ اللہ کے رسولؐ نے بھی ابلاغ کے اس ذریعے کو استعمال کیا لیکن کپڑے اُتارنے اور چلّانے کے بجاے اس کو اسلامی رنگ عطا کیا۔

لوگوں تک الٰہی پیغام پہنچانے کے لیے انفرادی ملاقاتوں کا سلسلہ بھی جاری رکھا تھا۔ کارِدعوت کے سلسلے میں مختلف ممالک کے حکمرانوں تک دعوتی خطوط اور وفود بھیجے۔ نیز ہر علاقے میں مبلغین روانہ کرتے رہے تاکہ ان تک پیغام الٰہی پہنچ سکے۔

عرب میں شعر و شاعری اور خطابات کا بھی بڑا دبدبہ تھا۔ مشرکین مکہ کو زبان دانی اور شاعری پر فخر اور ناز تھا اور وہ شعروشاعری کے ذریعے سے بھی اللہ کے رسولؐ پر تکبرانہ لہجے میں حملے کرتے تھے۔ اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے اللہ کے رسولؐ نے صحابہؓ کو ترغیب دی کہ وہ اس فن کے ذریعے سے کفر کا مقابلہ کریں اور مشرکین مکہ کے حملوں کا جواب دیں۔ چنانچہ بہت سے صحابہؓ نے اس فن میں خوب جوہر دکھائے۔ ان میں حضرت حسانؓ بن ثابت، حضرت کعبؓ بن مالک اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں۔ انھوں نے شعروشاعری کو اظہار ابلاغ کا ایک مؤثر ذریعہ بنا کر کفار کا زبردست مقابلہ کیا اور اسلام اور پیغمبرؐ اسلام کے دفاع میں جنگ لڑی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کافروں کی ہجو میں شعر کہتے تھے۔ حضرت کعب بن مالک اسلام کے دشمنوں پر نفسیاتی رعب ڈالتے تھے اور حضرت حسانؓ بن ثابت مشرکین مکہ کی طرف سے اللہ کے رسول کے خلاف کہے گئے اشعار کا نہ صرف جواب دیتے تھے بلکہ اللہ کے رسولؐ کی مدح بھی کہتے۔ حضرت حسانؓ بن

ثابت نے اپنی شاعری سے دین دشمنوں کو زبردست ضربیں لگائیں اور ان کی زبانوں کو بند کیا۔[۴]

اس دور میں خطابت کو بھی بڑی اہمیت حاصل تھی۔ خطبا کا رول اپنے اپنے قبیلوں میں انتہائی اہم ہوا کرتا تھا۔ اس فن کو بھی دورِ نبوت میں متعدد صحابہ نے اختیار کیا اور اس کو اظہار و ابلاغ کا ذریعہ بنا کر اسلام کے بول بالا کے لیے استعمال کیا۔ ان میں سے ایک خاص نام حضرت ثابت بن قیسؓ کا ہے جنھیں خطیب اسلام کے لقب سے بھی نوزا گیا۔ ان کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے خطابت کے میدان میں زبردست جوہر دکھائے۔

اُمت مسلمہ ایک ذمہ دار امت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اللہ کا پیغام پہنچانے کے لیے ایک عظیم منصب پر فائز کیا اور اس کو خیر اُمت کے خطاب سے نوازا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ (اٰلعمرٰن ۳:۱۱۰) اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو، جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس خیرِ اُمت کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں تک سچائی پہنچائی جائے کیوں کہ اگر خیرِ اُمت یہ کام نہیں کرے گی تو دنیا شر و فساد سے بھر جائے گی۔ اس کے لیے موجودہ ذرائع ابلاغ کو استعمال کر کے انسانیت کو ہدایت کی روشنی میں لانے کے لیے مدد لی جانی چاہیے۔

میڈیا کے فرائض

عصرِ حاضر میں اسلام اور مسلمانوں پر مغربی ذرائع ابلاغ کی جو یلغار ہے، وہ ہمہ جہت اور ہمہ گیر ہے۔ اس نے ہر انسان کے فکر و خیال کو متزلزل کر کے نت نئی اُلجھنوں اور مسائل کا شکار بنایا ہے۔ عریانیت اور فحاشی کو اتنا عام کیا کہ اب یہ معاشرتی زندگی کا ایک اہم اور لازمی حصہ تصور کیا جاتا ہے۔ میڈیا ہی کے سہارے سے مغرب نے اپنی فکر و تہذیب پوری دنیا میں پھیلا دی ہے۔ مادہ پرستانہ ذہنیت، عیش پرستانہ مزاج، فیشن پرستی، گلیمر، کلچر اور جاہ و حشمت کے حصول کے لیے تمام اخلاقی اصولوں کو پس پشت ڈالنا، جذبۂ مسابقت، فتنہ پروری اور اشتعال انگیزی کو میڈیا ہی کے ذریعے خوب فروغ دیا جا رہا ہے۔

مغربی اور یورپی ذرائع ابلاغ مسلمانوں کو ہر جگہ ذہنی غلام بنانے کے لیے بھرپور کوشش کررہے ہیں۔ چوں کہ یہ دور جسمانی غلامی کا نہیں بلکہ ذہنی غلامی کا ہے۔ ذہنی غلامی جسمانی غلامی سے کہیں زیادہ طاقت ور ہوتی ہے اور بدتر بھی۔ یہ استعماریت کی ایک نئی شکل ہے، جسے مغرب پوری کامیابی سے استعمال کررہا ہے۔ لہٰذا نہ صرف اس کے تدارک کرنے کی ضرورت ہے بلکہ ایک اچھا متبادل پیش کرنا بھی ضروری ہے، جو نہ صرف انتہائی صحیح فکر و خیال کی آبیاری کرے بلکہ اس کی تہذیب وثقافت کو بھی پلید اور گندا ہونے سے محفوظ رکھے۔ اصولی طور پر میڈیا چند بنیادی مقاصد کے تحت کام کرتا ہے جو میڈیا کے فرائض بھی ہیں:

۱- میڈیا کا پہلا فریضہ یہ ہے کہ وہ عوام تک صحیح معلومات فراہم کرے۔
۲- میڈیا کا دوسرا فریضہ ذہن سازی ہے کہ وہ صحیح خطوط پر عوام کی ذہن سازی کا کام کرے۔
۳- میڈیا کا ایک اور مقصد لوگوں کو تفریح فراہم کرنا بھی ہے۔ لیکن اگر یہ تفریح انسان کو انسان کے مرتبے سے گرادے تو پھر یہ تفریح نہیں بلکہ اذیت ہے۔

اسلامی میڈیا کا کام ہمہ گیر اور ہمہ جہت ہے۔ اس کا کام نہ صرف مخالفین اسلام کے اعتراضات کا جواب دینا، غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا ہے بلکہ آگے بڑھ کر اسلام کو متبادل کے طور پر پیش کرنا بھی ہے۔ اسلامی میڈیا کی وسعت میں بہت گہرائی اور گیرائی ہے۔ اس لیے کہ: اسلامی میڈیا صرف مذہبی پروگرام کو نشر کرنے کا نام نہیں بلکہ اس میں آرٹ، تہذیب، علم و تحقیق اور دوسرے عالم گیر نوعیت کے پروگرام بھی شامل ہیں، جنھیں اسلامی تعلیمات کے مطابق پیش کیا جانا چاہیے۔

میڈیا کے لیے رہنما اصول

اسلامی اصولوں پر مبنی میڈیا سماج کو صحیح ڈگر پر رکھنے کے لیے جو رہنما اصول فراہم کرتا ہے ان میں فرد اور معاشرے کے لیے الٰہی ہدایات پر مبنی اقدار ہیں اور اس کے مقاصد میں بہت وسعت ہے۔ اسلامی ذرائع ابلاغ کے تین مقاصد ہیں:

۱- اسلام ایک دعوتی مذہب ہے، اس لیے اپنے ماننے والوں پر یہ ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ اس کو ہر فرد تک پہنچایا جائے۔

۲- اسلام حق و صداقت، علم اور وحی الٰہی پر مبنی ہے۔ اس لیے اس کو مختلف ذرائع استعمال

کرتے ہوئے انسانیت کو اسے اختیار کرنے پر مائل کیا جائے۔

۳- اسلام صحیح فکر اور زندگی کے حقیقی مقصد سے آگاہ کرتا ہے، اس لیے اس کی روشنی اور نور سے دوسروں کی زندگی کو بھی منور کیا جائے۔

اسلامی اسکالر اور مفکرین الیکٹرانک، پرنٹ اور سائبر میڈیا کو اسلام کی اشاعت اور پھیلاؤ کے لیے اور عالمِ اسلام کی مضبوطی اور ترقی کے لیے، ایک اہم عنصر تصور کرتے ہیں اور اس کو نظرانداز کرنے یا اس کو کم اہمیت اور ترجیح دینے کو بڑی لاپروائی اور غیرسنجیدگی سمجھتے ہیں۔ اگر مسلمان علم واستدلال کے ذریعے ذرائع ابلاغ کی دنیا میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کریں گے تو اسلام کو دائمی اور عالمی مذہب کے طور پر ہرگز پیش نہیں کرسکیں گے۔ صرف تیروتفنگ اور بندوق کے میدان میں دشمن کا مقابلہ کرنا مطلوب نہیں بلکہ قرطاس وقلم اور نشرواشاعت کی دنیا میں بھی اس کا مقابلہ ضروری ہے اور اس طرح سے ہر چیلنج کا جواب دینا ضروری ہے جو اسلام کو درپیش ہے۔

اس وقت مسلمانوں کے پاس عالمی معیار کا کوئی میڈیا موجود نہیں ہے، جو یہود و نصاریٰ اور معترضین کے برپا کیے ہوئے فتنوں، سازشوں، پروپیگنڈوں اور اعتراضات کا انتہائی معقول اور منظم طریقے سے سدباب کرسکے۔ اس سلسلے میں اسلامی تحریکوں، اداروں، علما اور دانش وَروں کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے تاکہ ان صلاحیتوں کو بروے کار لانے کے ساتھ ساتھ مالی قربانیوں سے بھی عصرِ حاضر کے اس درپیش چیلنج کا مقابلہ بہ حُسن وخوبی کرسکیں۔ لہٰذا، میڈیا پر صرف اپنی گرفت مضبوط ہی نہیں کرنی بلکہ اس کی سمت کو بھی صحیح اور پایدار رُخ دینا ہوگا۔

آیندہ کا لائحہ عمل

اس بات کی بار بار ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ مسلم ممالک کے پاس نہ صرف خبررساں ایجنسیاں اور نیوز چینلز ہوں بلکہ الیکٹرانک، پرنٹ اور سائبر میڈیا کے تمام ادارے بھی ہوں، جو عالمی اور مغربی ذرائع ابلاغ کی ہرزہ سرائیوں، کارستانیوں اور ان کے پروپیگنڈے کا منہ توڑ جواب دے سکیں۔

اس کے لیے عالم اسلام کے متمول ممالک اور تحریکات اولین فرصت میں اس پر توجہ دیں۔ اس سلسلے میں حسبِ ذیل اقدامات کی ضرورت ہے:

۱- مسلم ممالک اعلیٰ معیار کی میڈیا تعلیم وتربیت کے اداروں کا قیام عمل میں لائیں، جہاں

سے جدید تعلیم یافتہ نوجوان اور ماہرین تیار ہوں جو رپورٹنگ اور تجزیہ نگاری میں جاں فشانی سے کام کریں اور دنیا کو واقعات کی حقیقی شکل سے بھی روشناس کرائیں۔

۲- سرکاری اور نجی سطح پر بھی ایسے ٹی وی چینلز قائم کیے جائیں جو دعوتی جذبے کے ساتھ اور حق وصداقت کے بل پر آگے بڑھیں اور پروپیگنڈے کا پردہ چاک کریں۔

۳- ذہین اور باصلاحیت طلبہ کو میڈیا کورس میں داخلہ لینے کے لیے ترغیب دی جائے اور ان کے لیے مالی معاونت کا انتظام بھی کیا جائے۔

۴- ایسی ورکشاپس اور کانفرنسوں کا تسلسل سے اہتمام کیا جائے جو نہ صرف ابلاغیاتِ عامہ کی تعلیم حاصل کرنے والوں کے لیے ہوں، بلکہ ان تمام افراد کے لیے بھی ہوں جو صحافت سے وابستہ ہیں۔ ان کی صحیح تربیت کرنے کے لیے مختلف مراحل میں پروگرام منعقد کیے جائیں تاکہ ان میں مہارت پیدا کرنے کے ساتھ اسلامی روح بھی بیدار ہو۔

۵- مغربی فکر وتہذیب اور فلسفہ نے پورے انسانی معاشرے کو جن اُلجھنوں، مسائل اور مشکلات سے دوچار کر دیا ہے، تجزیہ وتحقیق اور دلائل سے ان خرابیوں کو اُجاگر کیا جائے تاکہ پوری نوعِ انسانی ان مسائل اور خرابیوں سے آگاہ رہے۔

۶- عالمی اور مغربی ذرائع ابلاغ، لابیاں اور تحقیقی ادارے اسلام کے مختلف احکام اور تعلیمات کے بارے میں بڑے پیمانے پر دنیا میں جو شکوک وشبہات پھیلا رہے ہیں ان کا جواب احتجاجی مظاہروں کے برعکس علمی اور فکری سطح پر دینے کی ضرورت ہے۔ چونکہ علمی وفکری شبہات اور اعتراضات کا جواب علمی اور فکری زبان میں ہی دیا جاسکتا ہے، اس لیے یہ اسلامی دانش وروں، علما، مصنفین، تحریکوں، تنظیموں اور اداروں کی ذمہ داری ہے۔

حوالجات

۱- سموئیل ہن ٹنگٹن، تہذیبوں کا تصادم، (اردو ترجمہ، سہیل انجم) کراچی اوکسفرڈ پریس، ص ۱۲۹۔
۲- ایڈورڈ سعید، Orientalism، ۱۹۷۷ء، ص ۴۶۔
۳- حسن الامین، فرح افضل، Hamdard Islamicus، جولائی، ستمبر ۲۰۱۵ء، ص ۵۶۔
۴- احمد حسن زیات، تاریخ الادب العربی (اردو ترجمہ عبدالرحمٰن طاہر سورتی) ۱۹۸۵ء، البران، الہ آباد، ص: ۱۳۵